محمودہ قریشی

آگرہ، یو۔پی۔انڈیا

غالب کی انفرادیت کرونا پس منظر میں

Mehmood Qureshi

Agra U.P, India

Ghalib's Uniqueness in the Background of Corona

India has a special place in the historic city of Agra. Literature is remembered as Akbar Abad. The list of Urdu poets from Dabstan Akbar Abad is long enough. Mir Taqi Mir king of Ghazal, born in Agra. Not only literature, but the city of Agra has its special identity in various fields. People from different states come here.

Key Words: *Special, Historic, Agra, Literature, Urdu Poets, Identity.*

ملک ہندوستان کا تاریخی شہر آگرہ خاص مقام رکھتا ہے۔ادب میں اکبر آباد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دبستان اکبر آباد سے تعلق رکھنے والے اردو شعراءواکرام اور،نثر نگاروں کی فہرست کافی طویل ہے۔شہر آگرہ ہر دور میں معیاری شعراء وادباءپیدا کرتا رہا۔غزل کے بادشاہ میر تقی میرؔ اسی شہر آگرہ کی پیدائش ہیں۔

ادب ہی نہیں بلکہ شہر آگرہ مختلف شعبوں میں اپنی خاص پہچان رکھتا ہے۔مختلف ریاستوں سے لوگ یہاں آتے ہیں۔اور یہی کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔مرزا قوقان بیگ خاں کے بیٹے مرزا عبداللہ بیگ کی شادی آگرہ میں خواجہ غلام حسین کی بیٹی عزت النساء بیگم سے ہوئی۔ان کے بطن سے جو لڑکا ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ کو آگرہ میں پیدا ہوا۔مرزا اسد اللہ بیگ خاں المعروف،مرزا نوشہ المخاطب، "بہادر نظام جنگ ۔ متخلص "غالب قادر الکلام شاعر، خطوط نگار، قصیدہ نگار، مثنوی نگار، مرثیہ نگار اردو ادب کا وہ درخشاں ستارہ ہے۔جو تاج ادب میں ہمیشہ قائم رہے گا۔

بقول رشید احمد صدیقی:

"مغلیہ سلطنت نے ہندوستان کو تین چیزیں دی ہیں۔غالب، اردو, اور تاج محل۔"

غالب شہر آگرہ میں اپنے نانا کی حویلی (جہاں آج اندر بھان گرلس انٹر کالج ہے)۔رہا کرتے تھے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

عبداللہ بیگ الور کی جنگ میں مارے گئے۔یعنی غالب بچپن میں ہی یتیم ہو گئے۔ان کے باد ان کے چچا نصراللہ بیگ نے غالب کی پرورش کی۔ لکین وہ بھی غالب کو نو سال کا چھوڑ کر چل بسے۔ بچپن سے ہی بے بسی اور بے چارگی ان سے دامن گیر ہو گئی۔

غالب نے ابتدائی تعلیم آگرہ کے مشہور مولوی شیخ معظّم سے حاصل کی۔اور فارسی مُلّا عبدالصمد ایرانی سے پڑھی ۔جو ان دنوں اکبر آباد آئے ہوئے تھے۔

غالب کی شادی ۱۸۱۰میں ۱۳برس کی عمر میں نواب احمد بخش خاں کے چھوٹے بھائی نواب الٰہی بخش خاں معروف کی صاحبزادی امراؤ بیگم سے ہوئی۔یو ۱۸۱۲میں غالب نے اپنے آبائی وطن آگرہ کو خیر باد کہہ کر دہلی میں سکونت اختیار کرلی۔پھر کبھی غالب نے آگرہ کا رخ نہیں کیا۔ ۱۵فروری ۱۸۶۹ء کو گلی" قاسم جان "بلی ماران" دہلی میں ہی انتقال ہوا۔حضرت نظام الدین کے احاطہ میں تدفین خاک کئے گئے۔دہلی میں ان کی کافی شہرت تھی۔آج غالب اکیڈمی اور غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی میں قائم ہے۔غالب پر کئی کتابیں شائع ہو کر داد تحسین حاصل کر چکی ہیں اور امتیاز علی خاں عرشی نے غالب کے اردو کلام کو تاریخی ترتیب سے پیش کیا۔رشید حسن خاں نے بھی غالب پر کافی تحقیق صرف کی ۔

لکین غالب کی شخصیت سے متعارف کرانے میں سب سے اہم کام الطاف حسین حالی نے کیا ہے۔

ڈاکٹر مغنی تبسم تفہیم غالب اور عظمت غالب کو روشناس کرانے کے سلسلے میں ""یاد گار غالب""کو اہم قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"حالی نے یاد گار غالب لکھ کر غالب کی شاعرانہ عظمت سے اردو والوں کو روشناس کروایا تھا"۔

غالب نے جس دور میں آنکھیں کھولیں۔اور سانس لی وہ بہت پر انگیز دور تھا۔۱۸۵۷کے خونی واقعات سامنے تھے۔ مغل دور کی آخری کڑی اور جدید دور کی پہلی کڑی سمجھے جانے والے۔مرزا غالب کا کلام ہمیں سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔انھوں نے اپنے کلام میں اپنے گہرے مشاہدات کی بنیاد پر زندگی کی چلتی پھرتی تصویریں، جزبات اور احساسات کو پیش کیا ہے۔ہر بڑا شاعر اپنے عہد بلکہ آنے والے کئی عہد کو متاثر کرتا ہے۔۔اپنا درس قائم کرتا ہے اور غالب کا تو کہنا ہی کیا۔۔! غالب دنیائے ادب کا وہ عظیم شاعر ہے۔جس کی شخصیت کی انفرادیت کے حوالہ سے ممتاز حسین لکھتے ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"غالب کی شخصیت بڑی اہم گیر اور پہلو دار تھی۔ وہ ایک رند ہزار شیوہ تھا۔۔ فطرت نے اسے اپنا آئینہ رازبنار کھاتھا۔اس کے آئینے میں پوری فطرت انسانی جلوہ گر تھی۔ مع اپنی کمزوریوں اور بلندیوں کے"۔

(نقد حرف ص۔ ۲۶ مکتبہ جامعہ دہلی)

غالب کی زندگی میں بے شمار غم تھے۔ پریشانیاں اور مصیبتیں ہر وقت لگی رہتی تھی۔ وہ غالب ہی تھے جو ان مصیبتوں کا سامنا ہنس ہنس کر کرتے رہے اور اس لئے ان کے کلام میں زندگی کے بے شمار غم ہیں۔ جن کا سامنا وہ بہادر سپاہی کی طرح کرتے ہیں۔۔ ان کے اشعار نہ صرف حوصلہ عطا کرتے ہیں۔ بلکہ ہر زمانے میں انسان کو ایک حوصلہ بخش کیفیت طاری کرتے ہیں۔۔ مثال ملاحظہ فرمائے:

" رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج۔

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آساں ہو گئی"۔

آج غالب کو گزرے ہوئے ڈیڑھ صدی کا عرصہ گزر گیا۔ لکین غالب آج بھی دنیائے ادب پر غالب ہیں۔

"کووڈ۔۱۹۔ کرونا وائرس نے انسان کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس قہر الٰہی کے لئے نافذ کیا گیا لاک ڈاؤن نے انسان کو گھروں میں قید کر دیا۔ اس سے زندگی میں کیا کیا تبدیلیاں آئی۔ مزدوروں نے میلوں دوری کو پیدل طے کیا۔ لاکھوں لوگ اس کی گرفت میں آکر اپنی زندگیاں ہار گئے۔ بے روزگاری۔, بھوک مری، بیماری غرض ہر طرح سے حالات ایسے ہو گئے شدت غم کے احساس سے دامن بچانا مشکل ہو گیا۔

دو صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی غالب کے کلام کی عصری معنویت قائم ہے۔ اگر ہم ان کے اشعار کا بغور مطالعہ کرے۔ تو آج کا غم بھی ہمیں اس میں مل جاتا ہے۔ جو ہمیں اس مشکل وقت سے لڑنے کی ایک حوصلہ بخش کیفیت عطا کرتا ہے۔

غالب کے ان اشعار میں کرونا حالات کی پوری عکاسی نظر آتی ہے۔

"رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو۔

ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو۔

بے درِ دیوار سا اِک گھر بنایا جایئے۔

کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار۔

اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو۔"

کرونا ایک چھوٹا سا وائرس تھا۔ جو سب سے پہلے چین کے وُہان شہر سے اُٹھا اور بہت تیزی کے ساتھ اس نے پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ جس کے اثرات آج بھی قائم ہیں۔ اس سے ہماری زندگیاں کس قدر متاثر ہوئی۔ وہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ غالب کو بھی اس بات کا احساس ہے۔

"زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب۔

ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے۔""

غالب کے کلام کی ایک خاص خوبی معنی آفرینی ہے۔ کرونا حالات کو بیان کرنے میں ان کی نئی معنی آفرینی کی مثال ملاحظہ فرمایئے:

"ہم وہاں ہیں، جہاں سے ہم کو بھی۔

کچھ ہماری خبر نہیں آتی۔

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی۔

موت آتی ہے، پر نہیں آتی۔"

ان کا یہ غم ہی ان کو انفرادیت کی طرف لے جاتا ہے۔ اور زمانے کا غم معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ درد ہی جب شدت احساس پکڑتا ہے۔ تو وہ محسوس ہونا بند ہو جاتا ہے۔

اس قہر الٰہی اور لاک ڈاؤن میں جو درد ہم نے محسوس کیا۔ اس کے اثرات آج بھی قائم ہیں۔ لکین حالات نے ان ہی کے ساتھ جینا سیکھ لیا۔

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا۔

درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا۔

زندگی خوب سے خوب تر کی جستجو کے سہارے آج بھی زندہ ہے۔ لکین اس وبا کا خوف آج بھی طاری ہے۔ غالب اس کو کس طرح بیان کرتے ہیں۔

ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا۔

نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کوئی امید بر نہیں آتی۔
کوئی صورت نظر نہیں آتی۔
موت کا ایک دن معین ہے۔
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی۔
آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی۔
اب کسی بات پر نہیں آتی۔

" ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی۔"
چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن۔
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے۔

غالب کا یہ غم ان کے اپنے مشاہدات و مشکلات کا غم ہے۔ وہ زندگی کا گہرہ شعور رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ ہر کسی کو ان کا کلام اپنی ترجمانی معلوم ہوتا ہے۔ ان کے اشعار میں گہری معنویت اور احساس فکر موجود ہے۔ اس عالمی وبا قہر الہی میں بھی ان کا کلام حالات کی ترجمانی کرتا ہے۔ خود فرماتے ہیں:

دیکھنا تقریر کی لزت کہ جو اس نے کہا۔
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی مرے دل میں ہے۔

مشکلات حادثات ہی انسان کو جینے کی نئی راہ سیکھاتے ہیں۔ وہ انسان کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ انسان کے لئے کچھ کام بھی دشوار نہیں اگر وہ اس کی عادت ڈال لیں اور وہ خود سے ہی کچھ نہ کرنا چاہے تو اور بات ہے۔

"بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا۔
آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا۔

غالب نے اپنے غم کے فلسفہ میں اپنے دور بلکہ ہر دور کے غم اور فکر کے فلسفہ کو پیش کیا ہے۔ عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"غالب کی غزلوں میں تو ان کی زندگی کے المیہ کے ساتھ اس دور کا المیہ بھی موجود ہے۔ جس نے ان کو پیدا کیا تھا۔ اور جس کے زیر سایہ انہوں نے اپنی زندگی کے دن گزارے تھے"۔

یہ غالب کی انفرادیت ہے۔ کہ ان کا یہ المیہ ہمیں حوصلہ دے رہا ہے۔۔ان کے یہ اشعار پڑھ کر آج کے نازک حالات میں بھی ہم میں ایک حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

"دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں۔

روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں رلائے کیوں۔"

عالم انسان کے غم کو پیش کرنے میں غالب کو جو مہارت حاصل ہے ۔ جس کی مثال ملنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔۔چونکہ وہ منتشر زندگی کا نقشہ کھینچتے ہیں۔

"قید حیات بند و غمِ اصل میں دونوں ایک ہیں۔

موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں۔"

لکین انسان ان غموں سے گھبرا جاتا ہے۔وہ اس سے کچھ درجہ نجات پانا چاہتا ہے۔غالب اس کیفیت کو کس طرح بیان کرتے ہیں۔

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا۔

دل بھی یارب کئی دیے ہوتے۔

حالات کے آگے انسان ہار جاتا ہے۔لکین خواہشیں انسان کو جینے کے لئے اُکساتی ہیں۔

"ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے۔

بہت نکلے مرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے۔"

غالب نے اپنی شاعری میں زندگی کے ہر فلسفہ کو پیش کیا ہے۔ان کا فلسفہ زندہ انسانی زندگی سے محبت کرنے کا سلیقہ سیکھاتا ہے۔ غالب کے کلام میں تصوف کا رنگ بھی غالب ہے۔ لکین وہ صوفی نہیں۔وہ زندگی کے حقائق بیان کرنے میں ہی تصوف کی طرف جاتے ہیں۔

"نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا۔

ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا۔"

اور یہ مسائل ہمیں عالمی وبا کے پس منظر کا احاطہ کرتے نظر آتے ہیں۔۔چونکہ ان کو یقین ہے۔ کہ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج۔
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے، سحر ہونے تک۔

غالب نے اپنے کلام میں مختلف موضوعات کو سمیٹا ہے۔ یہ موضوعات اور ان کی ترجمانی ہی ان کو کرونا عہد نہیں بلکہ ہر عہد میں منفرد بناتی ہے۔ حکومت نے پورے ملک میں جب لاک ڈاؤن نافذ کر دیا تھا۔ جو جہاں ہے وہی قیام کرے والے رد عمل کو منظوری دے دی گئی۔

اس وبا سے کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ جب مساجد میں نمازیں بند, قعبے کا طواف بند۔ ایسی مشکل گھڑی میں صرف خدا کا ہی سہارا تھا۔ یہ یقین تھا جس نے تعاون جیسی بیماری سے نکلا وہی اس مشکل کی گھڑی میں ہمیں اس سے نکالے گا۔ چونکہ خدا کے قہر الہی کو صرف خدا ہی ٹال سکتا ہے۔

سب اس حقیقی محبوب کے حکم کے منتظر تھے۔
غالب بھی اپنے استفہامیہ انداز میں خدا سے فریاد کرتے ہیں۔
جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود۔
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟۔

موسم فاصلوں کا تھا۔ تو بے شک سب نے اس کو بخوبی نبھایا بھی۔ لکین کسی نے اس فارغ البالی کو سوشل میڈیا پر صرف کیا۔ تو کسی نے کچھ ضروری کاموں کو نپٹایا۔ وہی تخلیقی صلاحیت رکھنے والے حضرات نے الفاظ کے ذریعے منظر کشی کی تو کسی نے اس کو تصویر پر اتارا وہی تنہائی دشواری رہی تو کارآمد بھی ثابت ہوئی ۔ لکین عام انسان اور غالب کے مطابق وہ تنہائی کاٹے نہیں کٹی اور جوئے شیر لانے کے برابر رہی۔

"کاوِ کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ۔
صبح کرنا، شام کا لانا ہے, جوئے شیر کا۔"

لاکھوں لوگ اپنے شہر سے دور اپنے وطن سے دور اپنے عزیزوں کی فکر میں۔ اپنے گھر پہنچنے کے خواہش مند تھے۔ ان پر جو خوف طاری تھا۔ غالب ان کی بے چینی کو کس طرح بیان کرتے ہیں۔ مثال ملاحظہ فرمایئے:

قفس میں مجھ سے رُوداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم۔
گری تھی جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

غالب کی شاعری عملی زندگی کا احاطہ کرتی ہے۔اس لیے ہم غالب کو صرف ان کے عہد کا بلکہ آنے والے ہر عہد کا سب سے بڑا منفرد شاعر قرار دیتے ہیں۔ان کی شاعری میں کرونا عہد کی زندگی کی جستجو بھی نظر آتی ہے۔ان کی غزلوں میں فکر و فلسفہ، حسرت اور ناکامی، مسائل و تصوف، سماجی کیفیات کی ترجمانی، حالات کی عکاسی ہر دور میں نظر آتی ہے۔یہ ہی بات ان کو اور شعراء سے منفرد بناتی ہے۔چونکہ غالب حال، ماضی اور مستقبل کے شاعر ہیں۔جس پہلوں کو ان کے کلام میں تلاش کیا جاتا ہے۔وہ ہمیں مل جاتا ہے۔اور یہ ہی غالب کی عظمت کا راز ہے۔

غالب اس کشمکش عہد میں پیدا ہوئے تھے۔جب مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کا نقطہ زوال پر تھا۔غالب کے دوست احباب پورے ہندوستان میں موجود تھے۔جس سبب غالب خط لکھا کرتے تھے۔اردو میں خطوط نویسی کی جدید روش کی بنیاد مرزا غالب نے ہی ڈالی تھی۔ خود لکھتے ہیں۔

"میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے۔کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا۔"

"ہزار کوس سے بہ زبان قلم باتیں کیا کروں ہجر میں وصال کے مزے لیا کروں۔"۔

کرونا عہد میں بھی ہم لوگ صرف اس کے قلم کے سہارے ہی وصال کے مزے لے رہے تھے۔فرق صرف اتنا تھا۔کوسوں دور سوشل میڈیا۔واٹس آیپ، فیس بک کے سہارے ہم نے ہجر میں وصال کے مزے لیے۔

غالب نے ۱۸۵۰ میں نثر نگاری کی طرف توجہ کی۔۱۸۵۷ کی عالمی جنگ کا نقشہ اپنے خطوں میں اس طرح پیش کیا ہے کہ ماحول و حالات کی بے اطمنانی دیکھ کر کرونا عہد کی ترجمانی معلوم ہوتی ہے۔لکھتے ہیں:

"اس وقت تک مع اہل وعیال جیتا ہوں۔بعد گھڑی بھر کے کیا ہو کچھ معلوم نہیں۔ قلم ہاتھ میں لئے پر لکھنے کو جی چاہتا ہے۔پر لکھ نہیں سکتا۔اگر مل بیٹھنا قسمت میں ہے۔تو کہانی کہی جائے گی۔ورنہ۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دہلی شہر کی بربادی پر لکھتے ہیں۔

"اے بندہ خدا اردو بازار نہ رہا۔اور کہا دہلی، کہا واللہ، اب شہر نہیں کیمپ ہے۔چھاونی ہے، نہ قلعہ، نہ شہر، نہ بازار نہ ہنر۔۔۔"

ایک خط میں نواب مصطفٰے خاں شیفتہ کو لکھتے ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"نہ تم مجرم ہو نہ میں گنہگار۔۔۔۔۔۔تم مجبور میں ناچار، لو اب کہانی سنو میری سرگزشت، میری زبانی سنو۔۔۔۔۔۔"

خطوط میں حالات کی پریشانی کشمکش اور جستجو ۔کو دیکھ کر۔ان کے خطوط آج کی ترجمانی معلوم ہوتے ہیں۔اس طرح غالب کے خطوط نے ان کو بہت آگے تک پہنچا دیا۔ان کے خطوط کے علاوہ اردو نثر میں ان کی دوسری کوئی تصنیف نہیں ہے۔ ان کے خطوط نے اردو نثر کو ایک نئی راہ سے روشناس کرایا۔ان کے خطوط میں ظرافت کے نمونے بھی ملتے ہیں۔وہ ظرافت و شوخی سے مخاطب کے ذہن میں ذرا سی ترتیب یا چھوٹے سے جملے سے اتنا اثر بھر دیتے ہیں کہ آدمی گھنٹوں۔مزے لیتا رہتا ہے۔

مثال ملاحظہ فرمائے۔ایک دوست کو رمضان میں خط لکھتے ہیں۔

"دھوپ بہت تیز ہے ۔روزہ رکھتا ہوں، مگر روزے کو بہلاتا رہتا ہوں ۔ کبھی پانی پی لیا، کبھی حُقّہ پی لیا، کبھی کوئی ٹکڑا روٹی کا بھی کھا لیا۔ یہاں کے لوگ عجب فہم رکھتے ہیں۔میں تو روزہ بہلاتا ہوں اور یہ صاحب فرماتے ہیں کہ تو روزہ نہیں رکھتا۔یہ نہیں سمجھتے کہ روزہ نہ رکھنا اور چیز ہے۔اور روزہ بہلانا اور بات۔"(۱)

یہی وجہ ہے کہ غالب نے صرف اپنی شاعری کی بنا پر بلکہ خطوط نویسی کے ذریعے بھی اردو ادب میں ایک نئی جہت کی بنیاد ڈالی۔ ان کے بعد کے ادیبوں۔نے اس رنگ کو اپنانا چاہا مگر کوئی اس کمال تک نہیں پہنچ سکا ۔مراسلہ نگاری کا خاص انداز غالب کو ہی حاصل تھا۔ 1861 کا یہ لکھا گیا خطہ علاؤالدین علائی کے نام ہے۔جس میں زندگی کے احوال کا نمونہ دیکھئے:

تعلقات خانہ داری کو کس طرح پیش کرتے ہیں۔۔۔"

"سنو عالم دو ہیں۔ایک عالم ارواح,اور ایک عالم آب و گل۔حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے۔جو خود فرماتا ہے۔"ایمن الملک الیوم "اور پھر آپ ہی جواب دیتا ہے ""۔للّہ الواحد القّہار ""۔ہر چند قاعدہ عام یہ ہے کہ عالم آب و گل کے مجرم عالم ارواح میں سزا پاتے ہیں۔لکین یو بھی ہوا کہ عالم ارواح کے گناہگار کو دنیا میں بھیج کر سزا دیتے ہیں۔۔"

یہ بیماری ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی سزا تھی۔جس کا کوئی علاج نہیں کوئی ویکسین نہیں۔صرف خدا کے سہارے احتیاط ہی اس کی دوا تھی۔یہ تمام باتیں ہمیں خطوط غالب میں بھی ہمیں مل جاتی ہیں۔جو اس بات کو صاف بیان کرتی ہے۔کہ غالب صرف اپنے زمانے تک ہی محدود نہیں تھے بلکہ ہر زمانے کی حقیقت ان کے کلام میں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

موجود ہے۔یہیٰ وجہ ہے کہ غالب کے کلام کی اتنی شرحیں لکھیں گئی ہیں۔اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔موجودہ نقاد شمس الرحمٰن فارقی صاحب نے "تفہیم غالب" کے نام سے غالب کے منتخب اشعار کی شرح لکھی۔ہے

اس طرح دیکھا جائے تو غالب نے اردو غزل کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے غزل کے حسن کو پروان چڑھایا۔غالب کے حسن بیان، شاعرانہ صلاحیتوں اور خوبیوں کو مختصر مضمون میں احاطہ کرپانا ممکن نہیں۔ان کی شوخی، رنگینی، طنز وظرافت، نکتہ آفرینی اور برجستگی کے لئے حالی نے انھیں 'حیوان ناطق' کی جگہ ' حیوان ظریف' کہاہے۔

انھوں نے منفرد لب ولہجے سے اردو شاعری کو نہ صرف بامِ عروج تک پہنچایا بلکہ اسے نئے طرز فکر او رنئے آہنگ سے روشناس کرایا۔یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ سب سے ممتاز اور منفرد سمجھا اور یہ ان کا اپنے فن۔کے لئے صحیح ناقدانہ شعور ہے۔جس کی دلیل ہے۔کرونا عہد میں غالب کی انفرادیت شاعری ہویا نثر نگاری ہر میدان میں غالب نے اپنی انفرادیت کا لوہا منوایا۔ہے۔چونکہ ان کے خطوط اور شاعری کلام کا عنوان عنقاہوتاہے۔اور غالب کو اس بات کا احساس بھی تھا۔لکھتے ہیں:

آتے ہیں غیب سے مضامین خیال میں۔
غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے
گنجینہ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے۔
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے۔

حوالہ جات

۱۔دیوان غالب، مرزا اسد اللہ خاں غالب
۲۔ غالب نامہ،(دہلی جنوری۔۲۰۰۱)، پروفیسر صدیق الرحمٰن قدوائی، پروفیسر شریف حسین قاسمی
۳۔ تفہیم غالب پروفیسر۔شمس الرحمٰن فاروقی۔
۴۔ تعبیر غالب، ڈاکٹر سید نیر مسعود رضوی لکھنؤ۔
۵۔ نقش نو، خصوصی شمارہ مرزا غالب ،سالانہ عالمی اردو جریدہ الہ آباد یونورسٹی